الشیخ غازی عزیر حفظہ اللہ
ص۔ب ۲۴۶، الجبیل ۳۱۹۵۱ (سعودی عرب)

کیا اللہ عزّوجل مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل ایک پوشیدہ خزانہ تھا؟

ارباب تصوف عموماً ایک حدیثِ قدسی اس طرح بیان کیا کرتے ہیں:

"کُنتُ کَنزًا مَخفِیًا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ"۔

"(اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے): میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ پھر میں نے یہ پسند کیا کہ پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے مخلوق پیدا کی"۔

بعض روایات میں "مخفیاً" کے بجائے "لَا اُعرَفُ" (یعنی جو پہچانا نہ جاتا تھا) "فخلقتُ الخلقَ" کے بجائے "فَخَلَقتُ العِبَادَ" اور "فَخَلَقتُ خَلقًا"، نیز روایت کے آخر میں "لاعرف، فعرفُونِی فِبِی عَرَفُونِی" "تعرفت لَهُم فِبِی عَرَفُونِی"، "فَعَرَّفتُهُم بِی"، "فعرّفتهم فعرفونی، اور "فَعَرَّفتُهُم بِی فِبِی عَرَفُونِی" وغیرہ اضافی الفاظ بھی ملتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی آیت "وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالاِنسَ اِلَّا لِیَعبُدُونِ"[1] (یعنی اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں) کی تفسیر میں آں رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"اس آیت میں لِیَعبُدُونِ کا لفظ دراصل "لِیَعرِفُونَ" کے معنوں میں آیا ہے"۔

اپنی اس تفسیر کی تائید میں آں رضی اللہ عنہ وہی حدیثِ قدسی پیش فرماتے ہیں جو اس مضمون کی ابتداء میں اوپر بیان کی گئی ہے۔

مفسرِ قرآن علامہ آلوسیؒ سورۃ الذّاریات کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اور وارد ہے: کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف"[2]۔

---

[1] سورۃ الذّاریات: ۵۶ [2] تفسیر روح المعانی للآلوسیؒ ج ۲۷ ص ۲۲۔

مشہور صوفی بزرگ محی الدین ابنِ عربی (جو شیخ اکبر کے نام سے معروف ہیں) نے "فتوحات المکیہ"[۳] میں اور شیخ سعدالدین سعید الفرغانی نے "منتہی المدارک" میں اس حدیثِ قدسی کا تذکرہ تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن اگر اس حدیث کو "صحیح" یا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو درست تسلیم کیا جائے تو سورۃ الذّاریات کی مذکورہ آیت کا مطلب قرآن کے صریح ارشاد کے خلاف یہ ہوگا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک دنیا کو معرضِ وجود میں لانے کی حقیقی غرض و غایت یہ تھی کہ انسان و جن بلکہ تمام مخلوق اللہ کی معرفت حاصل کرنے کی جستجو کرے۔ شاید اسی باعث شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی کا مشہور قول ہے:

"مَنْ لَمْ يَعْرِفْ لَمْ يَعْبُدْ"

"یعنی" جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا، اس نے گویا عبادت ہی نہیں کی"

مگر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بقول حضرت ابنِ عباسؓ "لِیَعْبُدُوْنِ" سے اللہ تعالیٰ کی اصل مراد "لِیَعْرِفُوْنِ" ہی تھی، تو خواہ مخواہ قرآن نازل فرماتے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی اصل مراد کے اظہار میں اس قدر تکلف سے کیوں کام لیا؟ سیدھے سادے طور پر آیت میں "لِیَعْرِفُوْنِ" ہی کیوں نہ نازل فرما دیا؟ کیا وہ (نعوذ باللہ) اپنی اصل مراد بیان کرنے سے قاصر تھا؟

واضح رہے کہ کلام اللہ کے اصل ترجمان و شارح و مفسر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیثِ قدسی باسنادِ صحیح ثابت نہیں ہے۔ خود اکابر صوفیاء نقلاً اس کے عدم ثبوت کے معترف ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث کشفاً ثابت ہے، جیسا کہ محی الدین ابنِ عربی نے "فتوحات المکیہ" میں دعویٰ کیا ہے۔ مگر محدثینِ کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کسی حدیث کی صحت و ضعف کی بناء کشف و مقامات پر نہیں رکھی جا سکتی[۴] مگر اس کے باوجود صوفیاء کے علاوہ بعض متأخرین فقہائے حنفیہ نے بھی اس حدیثِ قدسی کی شرح میں مستقل رسائل مرتب کیے ہیں، جن میں سے بعض مکتبۃ الاوقاف الاسلامیہ بحلب (مصر) کے شعبۂ مخطوطات میں رقم شمار ع۱۳۵ کے تحت محفوظ ہیں۔

زیرِ مطالعہ حدیث کو امام ابنِ تیمیہؒ نے اپنے رسالہ "احادیث القصاص" میں وارد کیا ہے، اور فرماتے ہیں:

---

۳ فتوحات المکیہ لابنِ عربی باب ع۱۹۸۔ ۴ اس بحث کی تفصیل کے لیے راقم کی زیرِ طبع کتاب "ضعیف احادیث کی معرفت اور ان کی شرعی حیثیت" کا مطالعہ مفید ہوگا۔

"یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے ۔ اس کی کوئی سند نہ صحیح ہے اور نہ ہی ضعیف"[5]

امام ابن تیمیہؒ کی متابعت میں علامہ شیبانی اثریؒ نے "تمییز الطیب من الخبیث"[6] میں، علامہ زرکشیؒ نے "تذکرۃ فی الاحادیث المشتہرہ"[7] میں، علامہ سخاویؒ نے "مقاصد الحسنہ"[8] میں، جلال الدین سیوطیؒ نے "الدرر المنتثرہ"[9] میں، علامہ سمہودیؒ نے "الغماز علی اللماز"[10] میں، ملا علی قاری حنفیؒ نے "موضوع"[11] میں، علامہ حوت بیروتیؒ نے "اسنی المطالب"[12] میں، علامہ ابن حجر عسقلانی نے "اللآلی" میں اور علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ"[13] میں اس حدیث کو "بے اصل" قرار دیا ہے ۔ جبکہ علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے تنزیہ الشریعۃ[14] میں اور ملا طاہر پٹنی گجراتی حنفیؒ نے "تذکرۃ الموضوعات"[15] میں اسے "موضوع" قرار دیا ہے اور اس کے حکم وضع کو امام ابن تیمیہؒ کی جانب منسوب کیا ہے ۔

مگر ملا علی قاری حنفیؒ اپنی دوسری کتاب "الاسرار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" میں امام ابن تیمیہؒ کے قول نیز زرکشیؒ و ابن حجرؒ کی ان سے متابعت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

"لیکن اس کے معنی صحیح ہیں، اور اللہ کے اس قول سے مستفاد ہیں: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ"۔ اس میں "میری عبادت کریں" سے مراد "مجھے پہچان لیں" ہے، جیسا کہ ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر بیان کی ہے ۔"[16]

ملا علی قاری حنفیؒ چونکہ فکری اعتبار سے ایک جامد مقلد اور مزاجاً صوفی واقع ہوئے تھے، اس لیے ان کے نوکِ قلم سے اس قسم کی چیزیں صادر ہو جانا کوئی انوکھی و نرالی بات نہیں ہے ۔ مگر افسوس اور حیرت تو اسماعیل عجلونی رح کے اس کلام پر ہوتی ہے، جسے آں رحمہ اللہ نے "کشف الخفاء و مزیل الالباس" میں ابن تیمیہؒ، زرکشیؒ و ابن حجر رح وغیرہم کی آراء اور ملا علی قاریؒ کا مذکورہ معنوی صحت کا دعویٰ نقل کرنے کے بعد اس کی تعقیب کے بجائے استدراکاً یوں رقم فرمایا ہے :

"اور یہ زبان زد ہر خاص و عام ہے ۔ صوفیہ کے کلام میں یہ بکثرت واقع ہے، انھوں

---

[5] احادیث القصاص لابن تیمیہؒ ص۵۵ [6] تمییز الطیب للشیبانیؒ ص۱۴۲ [7] تذکرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ للزرکشیؒ ص۱۳۶ [8] مقاصد الحسنہ للسخاویؒ ص۳۲۷ [9] درر المنتثرہ للسیوطیؒ ص۳۳۰ [10] الغماز علی اللماز للسمہودیؒ ص۱۷۳ [11] موضوع للقاریؒ ص۱۴۱ [12] اسنی المطالب للحوتؒ ص۲۴۳ [13] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج۱ ص۹۶ [14] تنزیہ الشریعہ لابن عراق ج۱ ص۱۴۸ [15] تذکرۃ الموضوعات للفتنیؒ ص۱۱۱ ۔
[16] اسرار المرفوعۃ للقاریؒ ص۱۷۹ ۔